السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کسی کے انتقال کے بعد میت کے اقرباء واحباب قرآنی خوانی شروع کردیتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس تلاوت سے میت کو ثواب پہنچتا ہے؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر تلاوت قرآن میں مصروف نہ ہوں تو لوگ مختلف سیاسی اور دنیاوی بے کار گپ شپ میں مصروف ہوجاتے ہیں، کیا اس سے بہتر نہیں کہ تلاوت قرآن اور ذکر واذکار میں مصروف ہوں؟

اگر میت کو ان چیزوں کا ثواب نہیں پہنچتا تو کیا پڑھنے والے بھی اس کے اجر وثواب سے محروم ہوں گے؟ اگر قرآن خوانی اور ذکر واذکار نہ کیے جائیں تو کیا پڑھا جائے اور کیسے وقت کو کار آمد بنایا جائے جبکہ یہاں میت کے حصول اور تدفین تک بسا اوقات کئی دن ہوجاتے ہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس مسئلہ میں اصولی بات کا تذکرہ تو قرآن میں آگیا ہے، ارشاد ہوا:

وَأَن لَيسَ لِلإِنسـٰنِ إِلّا ما سَعىٰ ٣٩ ... سورة النجم

''اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے خود کوشش کی۔،،

اس آیت کا مطلب واضح ہے کہ انسان اپنے اعمال کا چونکہ خود مالک ہے، اس لیے قیامت کے دن وہ اس کے کام آئیں گے لیکن اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ وہ کسی دوسرے کے عمل سے فائدہ بھی حاصل کرسکے، بالکل ایسے جیسے ایک شخص دوسرے کے مال سے فائدہ اٹھا لیتا ہے۔

اب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ آیا مرنے کے بعد بھی وہ دوسروں کے عمل سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

اور آیا ایک شخص اپنے عمل کو کسی گزر جانے والے شخص کے لیے ہدیہ کرسکتا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ عبادات میں سے مالی عبادات میں ایسا کرنا جائز ہے، جیسے میت کی طرف سے صدقہ کرنا کئی نصوص سے ثابت ہے۔ بدنی عبادات میں صرف انہی اعمال تک محدود رہنا چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں، چونکہ عبادات کے مسئلے میں قیاس جائز نہیں، اس لیے وہ چیز جس کا کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں اس کا جواز نہیں دیا جاسکتا۔

اب آیئے ان نصوص کی طرف جن سے مالی یا بدنی عبادات کا ایک میت کی طرف سے کرنا ثابت ہے:

1۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ»

''جب انسان فوت ہوجائے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین اعمال کے (وہ منقطع نہیں ہوتے): صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔،،

اس حدیث میں بیان کردہ تینوں چیزیں دراصل میت کا اپنا ہی عمل ہے جو اس کی موت کے بعد بھی جاری ہے۔ صدقہ جاریہ جیسے کنواں کھدوانا، سرائے بنانا، ہسپتال قائم کرنا وغیرہ جسے اس نے اپنی زندگی میں قائم کیا تھا اور جب تک وہ باقی ہے اس کا ثواب میت کو ملتا رہے گا۔

وعلم جو کتابوں کی شکل میں محفوظ ہوچکا ہے (اور اب تو کیسٹ اور سی ڈی کی شکل میں بھی محفوظ ہوجاتا ہے) وہ بھی میت کا اپنا تحریر کردہ ہے۔

اولاد انسان کی اپنی کمائی ہے (ما أغنیٰ عنہ مالہ وما کسب)

''ابولہب کے کام نہ اس کا مال آیا اور نہ اس کا کسب ہی (یعنی اولاد)۔،،

اس لیے اولاد کی دعا خصوصی طور پر میت کو نفع دے گی۔

2۔ عام لوگوں کی دعا :

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں : ''اور جو لوگ ان کے بعد آئے، (مہاجرین وانصار کے بعد) وہ کہتے ہیں : اے ہمارے رب! ہماری مغفرت کر اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ایمان کی حالت میں ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ، بے شک تو انتہائی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔،، (الحشر 59 : 10)

نماز جنازہ میں میت کے لیے دعا کی جاتی ہے اور اہل ایمان کی دعا میت کے لیے سفارش بن جاتی ہے۔

3۔ میت کی طرف سے صدقہ کرنا :

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا : میری والدہ اچانک فوت ہوگئی اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر اسے بولنے کی مہلت ملتی تو وہ صدقہ کرتی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا اسے ثواب ملے گا؟ آپ نے کہا : ہاں! (صحیح بخاری)

4۔ میت کی طرف سے اس کے ولی کا روزہ رکھنا :

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا :

(من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ)

''جو شخص مر جائے اور اس کے ذمے کچھ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔،،

ولی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو میت کا وارث ہے۔

5۔حج بدل کرن :

''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ حج جو اس کے بندوں پر ہے اس نے میرے بوڑھے باپ کو پالیا ہے لیکن ان میں اتنی سکت نہیں کہ وہ سواری پر بھی بیٹھ سکیں تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں تو ان کا حج ادا ہوجائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں!،،

یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا۔

''ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کرسکیں اور ان کا انتقال ہوگیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے تو حج کر۔ کیا تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرضہ تو اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے۔،، (صحیح البخاری، جزاء الصید، حدیث : 1852)

پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر انسان حج کرنے سے خود عاجز ہو تو اس کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ شخص کی طرف سے بھی حج کیا جاسکتا ہے لیکن آیا یہ حج صرف اولاد ہی کرسکتی ہے؟ کیونکہ دونوں حدیثوں میں اولاد ہی کا ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں اولاد کا ذکر ہے لیکن ابن عباسؓ کی ایک تیسری روایت سے مطلق جواز کا پتہ چلتا ہے۔ وہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا «لبیک عن شبرمۃ» "میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوں۔ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا "شبرمہ کون ہے؟ "اس نے کہا کہ میرا بھائی ہے یا قریبی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "کیا تم نے اپنی طرف سے حج کرلیا ہے؟ "اس نے کہا، نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "(پہلے) اپنی طرف سے حج کرو، پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔ "(سنن ابی داوٗد، المناسک، حدیث : 1811)

امام احمد کے نزدیک یہ حدیث موقوف ہے، یعنی یہ واقعہ خود عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ پیش نہیں آیا تھا، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں لیکن نفس استدلال میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ صحابی کا قول بھی حجت ہے اگر اس کی مخالفت میں کوئی دوسرا قول نہ ہو۔

دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے میت کی طرف سے حج کرنے کو قرض ادا کرنے سے تشبیہ دی ہے اور قرض چاہے اولاد کردے یا کوئی دوسرا شخص دونوں صورتوں میں ادا ہوجاتا ہے۔

اور تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر میت کی طرف سے اس کا وارث روزہ رکھ سکتا ہے، جو کہ خالص بدنی عبادت ہے تو حج کیوں نہیں کرسکتا کہ جس میں بدن کے ساتھ ساتھ مال بھی خرچ ہوتا ہے۔

بعض علماء میت کی طرف سے قربانی کرنے کے بھی قائل ہیں لیکن ہم اس مسئلے کو پچھلے سوال کے ذیل میں واضح کرچکے ہیں۔

یہاں تک تو سوال کے پہلے جز کا جواب ہو گیا کہ وہ کون سے اعمال ہیں جن سے ایک میت اپنی موت کے بعد بھی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ دعا کے ضمن میں واضح رہے کہ مشرکین کے لیے (چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں) دعاء استغفار کرنا منع ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''نبی کے لیے اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے، چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، مغفرت کی دعا کریں، بعد اس کے کہ انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ جہنمی ہیں۔،،

مندرجہ بالا امور کے علاوہ دوسری عبادات جیسے میت کی طرف سے سے نماز پڑھنا، قرآن پڑھنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

جہاں تک ایصال ثواب کا تعلق ہے کہ قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخش دیا جائے تو سنت کے دفاتر ایسے واقعات سے بالکل خالی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ ایک شخص کی وفات کے بعد تیسرے دن یا کسی بھی دن جمع ہوتے ہوں، اجتماعی طریقے پر قرآن پڑھتے ہوں اور پھر اس کا ثواب میت کو بخشتے ہوں۔

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: خیر القرون میں جو امر مسلمانوں کے درمیان معروف تھا کہ وہ نماز، روزے اور تلاوت کی فرض اور نفل تمام عبادات کیا کرتے تھے جو مشروع ہیں اور اللہ کے حکم کے مطابق مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کیا کرتے تھے، زندوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی۔

سلف کی یہ عادت نہ تھی کہ اگر وہ نفلی نماز، روزہ، حج ادا کرتے یا قرآن پڑھتے تو اس کا ثواب کسی میت کو ہدیہ کرتے، چاہے وہ ان کے رشتے داروں میں سے ہوتے ہو یا عام مسلمانوں میں سے۔

اب آخر میں شیخ ابن باز اور شیخ عبداللہ بن قعود کے دستخطوں سے جاری شدہ فتویٰ بھی ملاحظہ ہو جو سعودی عرب کے دارالافتاء سے صادر ہوا ہے۔

فتویٰ نمبر 2232: ''ہماری معلومات کے مطابق نبی ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے قرآن پڑھ کر اس کا ثواب اپنے فوت شدہ قریبی رشتے داروں یا دوسرے مسلمانوں کو بخشا ہو۔ اگر اس طرح ثواب پہنچتا تو آپ ضرور ایسا کرتے بلکہ امت کو بھی بتاتے تاکہ وہ مردوں نفع پہنچا سکتے کیونکہ نبی ﷺ مسلمانوں پر بہت ہی شفیق تھے۔ آپ کے بعد خلفائے راشدین اور تمام صحابہ بھی آپ کے اسی طریقے پر گامزن رہے، ہمارے علم میں ایسا کوئی واقعہ نہیں کہ ان میں سے کسی نے قرآن کا ثواب کسی اور کو بخشا ہو۔ تمام خیر نبی اکرم ﷺ کے راستے اور آپ کے صحابہ کے راست پر چلنے میں ہے اور تمام شر بدعات اور نئی چیزوں کے پیچھے لگنے میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«إیاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ»

''نئے نئے امور سے بچو، اس لیے ہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔،،

اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

«من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فھو رد»

''جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ ٹھکرا دی جائے گی۔،،

چنانچہ میت کے لیے قرآن کا پڑھنا ناجائز ہے، اسے قراءت کا ثواب نہیں بلکہ یہ بدعت کہلائے گا۔

جہاں تک دوسری عبادات کا تعل ہے تو جس کا ثواب پہنچنے کی دلیل صحیح موجود ہو تو اسے قبول کیا جائے گا، جیسے میت کی طرف سے صدقہ کرنا، اس کے لیے دعا کرنا، اس کی طرف سے حج کرنا۔

اور جس بات پر دلیل نہ ہو تو وہ ناجائز ہے یہاں تک کہ اس پر دلیل مل جائے، اس لیے علماء کی صحیح رائے کے مطابق میت کے لیے قرآن پڑھنا ناجائز ہے اور ایسی قراءت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا بلکہ ایسا کرنا بدعت ہے۔ (فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ: 43/9)

باقی رہا میت کے گھر تعزیت کے لیے جانا تو ایسا کرنا جائز ہے لیکن اس مقصد کے لیے میت کے گھر میں اجتماع کرنا یا کئی کئی دن وہیں قیام کرنا خود اہل میت کے لیے پریشا اور درد سر کا باعث ہو سکتا ہے۔ سنت تو یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کے لیے کھانا بنایا جائے نہ یہ کہ انہیں مہمانوں کے لیے کھانا بنانے پر مجبور کیا جائے۔ تعزیت کی غرض سے جانا ہو تو تسلی کے الفاظ کہے جائیں، میت کی خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے، وقت گزاری کے لیے اگر کوئی شخص خود قرآن پڑھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ایصال ثواب کی نیت سے اجتماع منعقد کرنا بدعت ہے جیسا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب